Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

بیگم شائستہ اکرام اللہ-ایک عہد ساز شخصیت
BEGUM SHAISTA IKAMULLAH –A VISIONARY PERSONALITY

ثریا نسیم

پی ایچ ڈی اُردو اسکالر، لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

صدر شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

محمد اکرام الحق

پی ایچ ڈی اُردو اسکالر، لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

Abstract:

Begum Shaista Ikramullah, the first woman member of the first Constituent Assembly of Pakistan, was born on 22nd July 1915 in Calcutta (West Bengal) to a very prominent Suhrwardy family. She was the niece of the great leader Hussain Shaheed in the Suhrawardy family and the mother-in-law of the Crown Prince of Jordan. She did her primary education in Calcutta and her higher education in London. During the days when she was studying, there was and atmosphere of strict veil in the Muslim society of India. Her father, who was renowned surgeon and politician with a liberal mind, supported his daughter in her education. It encouraged him to pursue modern education. She received her PhD from the University of London. She was the first Muslim woman to receive a doctorate degree in 1940. His doctoral dissertation "A Critical Survey of the Development of Urdu Novel and Short Stories" presented Development of Urdu novel and short stories.

Key Words: prominent, atmosphere, strict veil, renowned, liberal mind, encouraged, pursue, Development, Novel, Short Stories, critical, survey.

پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کی پہلی خاتون رکن اسمبلی، بیگم شائستہ اکرام اللہ جنہوں نے علم وادب کے حلقوں میں شائستہ اختر بانو سہروردی کے نام سے انتہائی اعلیٰ شہرت پائی، ان کی پیدائش سہروردی خاندان کے چشم وچراغ لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر حسن سہروری، سرجن کے گھر مورخہ 22 جولائی 1915 کو کلکتہ (مغربی بنگال) میں ہوئی۔ ان کے والد برطانوی وزیر ہند کے مشیر رہے اور بعد ازاں کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی بنے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم لوریٹو ہاوس کلکتہ کے سکول سے حاصل کی۔ بیگم شائستہ اکرام اللہ اپنی ابتدائی تعلیم کے بارے میں لکھتی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

> "میری تعلیم بھی زندگی کے ہر رنگ کی طرح دو تہذیبوں کی آئینہ دار تھی۔ جب میری قرآن شریف کی تعلیم کا آغاز ہوا اسی زمانے میں، میں نے انگریزی اسکول جانا شروع کیا۔ اس کے بعد چند سال تک میری تعلیم اسی طرح ہوتی رہی جیسا کہ ہمارے یہاں کا دستور تھا یعنی قرآن شریف پڑھنا اور اُردو لکھنا پڑھنا، اس کے بعد باقاعدہ پڑھائی نہیں ہوتی تھی۔ دینی تعلیم جاری رہتی۔ اس کے علاوہ تھوڑی بہت فارسی بھی اگر شوق ہو تو پڑھائی جاتی تھی۔ زیادہ تر امور خانہ داری پر زور دیا جاتا تھا۔ اگرچہ لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم نہیں دی جاتی تھی جن کو ادبی ذوق ہوتا تھا وہ نظم و نثر اور ادب و تاریخ میں اچھی مہارت حاصل کر لیتی تھیں کیونکہ اس زمانے کے گھروں کا ماحول ایسا تھا کہ خود بخود ان چیزوں سے لگاؤ پیدا ہو جاتا تھا۔ شاعری ہماری زندگی کا حصہ تھی۔ پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ادبی مباحثے وقت گزارنے کا بہترین ذریعہ تھے۔ ہمارے یہاں آج بھی تعلیم کا مطلب ادب سے واقفیت ہے"[1]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

اور مزید لکھتی ہیں:

"جب 1927 میں ہم لوگ کافی دنوں کے لیے کلکتہ آئے تو میرے والد نے مجھے انگریزی اسکول میں داخل کرا دیا۔ یہ ایک مشنری اسکول تھا۔ میری اپنی نئی کتابوں کو دیکھ کر بے انتہا خوش ہوئی۔ اس وقت میری عمر بارہ سال تھی۔ اس سے قبل جو کتاب بھی ہاتھ آ جائے پڑھا دی جاتی تھی۔ پہلی بار باقاعدہ نصابی کتابیں میسر آئی تھیں میں اسکول جانے پر خوش ہو رہی تھی لیکن میری اماں کو خاندان والوں کے اعتراضات کی بوچھاڑ کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ سب اس بات پر معترض تھے کہ اتنی بڑی لڑکی کو اسکول بھیج دیا گیا۔ میری اماں کے پاس لوگ تعزیت کے طور پر آئے اور میرے ابا پر اعتراض کرنے لگے کہ نہ جانے آگے چل کر کیا کریں شاید ولایت بھی بھیج دیں۔"[2]

یہ وہ دور تھا جب ہندوستان میں مسلمان گھرانوں میں سخت پردہ کا ماحول تھا۔ بچیوں کو تعلیم سے دور رکھا جاتا تھا۔ اس وقت بیگم شائستہ سہروردی کے والد لبرل ذہن کے مالک تھے، انہوں نے اپنی بیٹی کو تعلیم حاصل کرنے میں ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس نے اسے جدید تعلیم کے حصول کی ترغیب دی۔ بیگم صاحبہ نے کلکتہ یونیورسٹی سے بی اے آنرس کیا۔ انھوں نے شادی کے بعد اعلیٰ تعلیم اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز، SOAS لندن یونیورسٹی سے حاصل کی، وہ پہلی مسلمان خاتون تھیں جنہوں نے 1940 میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے PhD کا مقالہ "A Critical Survey of the Development of Urdu Novel and Short Stories" کے عنوان سے تحریر کیا۔ اس مقالہ میں اردو ناول اور مختصر کہانیوں کی ترقی پر تنقیدی سروے پیش کیا گیا۔

بیگم صاحبہ کا Ph.D کا مقالہ Cosmo Publisher نئی دہلی انڈیا نے سال 2003 میں Handbook of Urdu Literature کے نام سے شائع کیا، اس مقالہ کے 309 صفحات ہیں۔ یہ مقالہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ جس میں اٹھارہ عنوانات شامل ہیں۔ اُن کی تفصیل انگریزی میں مندرجہ ذیل ہے۔ ملاحظہ ہو:

"**(Part-I)** I-A Historical Survey of Novel (i) First appearance of the novel, (ii) Development of the novel, (iii) The structure of the novel. II-Conditions that led to the birth of the Novel in Urdu (i) Contact with the West, (ii) The development of Prose at Fort William College, Calcutta. III-The Foundations of Romance (i) Verse Romance, (ii) Prose Romance, (iii) Fasana e Ajaib.

(Part-II) VI-Fasana e Azad (Sarshar 1846-1902), V-Nazir Ahmad (1836-1912),VI-Sharar (1860-1925), VII-The Imitators of Sarshar, Nazir Ahmad ans Sharar, VIII-Rashid-ul-Khairi (1870-1936), IX-Women Novelists, X-The Modern Novel.

(Part-III) XI-The Short Story, the definition and its appearance in European Literature, XII-Beginning of the Short Story in Urdu Literature with the Sketches in Avadh Punch, XIII-Development of Short Story in Urdu

from 1900-1925, XIV- Women Short Story Writers, XV-Prem Chand and his Imitators, XVI-The Modern Short Story Writers (i) Writers with socialist tendencies, (ii) The other modern writers,(iii) Hijab Ismail, XVII-Humorous Writers, XVIII-The Future of Short Story and the Novel Compared."[3]

1933میں بیگم شائستہ اختر سہروردی کی شادی چھوٹی عمر میں محمد اکرام اللہ سے ہو گئی۔ وہ اپنی چھوٹی عمر کی شادی کے بارے میں بتائی ہیں:

"میری شادی کا تذکرہ جیسے کہ دستور تھا گیارہ برس کی عمر کو پہنچتے پہنچتے ہونے لگا تھا اور پہلا با قاعدہ پیام جب میری عمر تیرہ سال کی تھی تب آیا۔ یہ لوگ کافی دنوں تک اصرار کرتے رہے لیکن میرے اتنی کم عمری میں میری شادی نہیں کرنا چاہتے تھے اور سارے رشتوں کو یہی کہہ کر انکار کرتے رہے۔ میرے بھائی کے انتقال کے بعد میری اماں کی صحت بہت تیزی سے گر رہی تھی۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو وہ یقیناً اس پیام سے بھی انکار کرتے جس کے نتیجے میں میری شادی ہو ئی لیکن اس جگہ شادی میرا مقدر تھا۔ میرے ابا نے میرے چچا جان کو مطلع کیا۔ چچا جان میرے ابا کے چچازاد بھا ئی اور سگّے بہنو ئی تھے اور ہمارے خاندان کے بزرگ، کو ئی اہم بات ان کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ وہ اتنے مہربان انسان تھے کہ انہوں نے کبھی کسی سختی کا اظہار کسی کے ساتھ نہیں کیا تھا لیکن ان کی عزت اور رعب کیوجہ سے ان کے حکم سے سرتابی کی کسی کو جرآت نہ تھی۔ جب چچا جان نے اجازت دے دی تو ابا نے منظوری کا خط بھیج دیا۔ شرفاء میں یہ دستور تھا کہ پیغام کو قبول کرنے کے بعد اس سے انکار نہیں کیا جاتا تھا۔ اس لئے ایک دوسرے کے متعلق جو کچھ جاننا ہوتا منظوری سے پہلے معلوم کیا جاتا۔ میرے ابا نے بھی ایسا ہی کیا، تقریباً دو سال اس چھان بین میں گزر گئے۔ منظوری دینے سے پہلے میرے پھوپھی زاد بھا ئی میرے ہونے والے شوہر کو دیکھ کر آ ئے تھے لیکن میرے ابا نے انہیں پھر بھی کلکتہ بلایا، اور سارے بزرگوں اور عزیزوں سے انہیں ملایا اور اسے امام ضامن باندھ کر رشتہ طے کر دیا"[4]

بیگم شا ئستہ سہروردی کے شوہر محمد اکرام اللہ کا تعلق بھوپال کے شاہی خاندان سے تھا جنہوں نے 1933میں انڈین سول سروسز جائن کی۔ 1945میں اقوام متحدہ لندن اور سان فرانسسکو میں preparatory commissionمیں اہم خدمات سرانجام دیں قیام پاکستان کے بعد وہ بھوپال سے کراچی منتقل ہو گئے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے انہیں سیکرٹری خارجہ کا عہدہ سونپ دیا۔ ان کے شوہر نے اقوام متحدہ میں کئی مرتبہ پاکستان کی قیادت کی اور وہ کینیڈا اور برطانیہ میں پاکستان کے ہائی کمشنر رہے اور پرتگال اور فرانس کے سفیر بھی بنائے گئے۔ انھوں نے کامن ویلتھ اکنامک کمیٹی قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ اور انہیں کامن ویلتھ کے سیکرٹری جنرل کے عہدے پر منتخب کیا گیا۔ وہ اسی عہدے پر رہتے ہوئے 1963میں دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔

بیگم شائستہ سہروردی اکرام اللہ اپنے شوہر کے بارے میں اپنی کتاب میں لکھتی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"میرے شوہر ہندوستان کی ممتاز سروس آ ئی سی ایس کے رکن تھے۔ اس سروس کو جس عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس کا مقابلہ آج کل کی اس سروس سے نہیں کیا جا سکتا ہے جس نے اس کی جگہ لی ہے۔ اس کی سب سے بڑی صفت اس کی دیانت داری اور انصاف پسندی تھی اور اس کا داخلہ مشکل امتحان کے ذریعے ہوتا تھا۔ 96برس تک یہ سروس قا ئم رہی اور اس دوران میں اس کا صرف ایک شخص بے ایمانی کے الزام میں ملوث ہوا تھا۔ پہلے صرف انگریزی اس میں شامل ہو سکتے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

تھے لیکن اب کچھ عرصے سے ہندوستانیوں کو بھی یہ اعزاز حاصل ہو گیا تھا۔ یہ لوگ خود کو جہاں تک ممکن تھا انگریزوں کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے اور ان کی اچھی بری صفات کو بھی اپنا لیتے۔ میرے شوہر کا کمال یہ تھا کہ وہ انگریزوں کی قابل تقلید باتوں کے ساتھ مشرقی تہذیب کا بھی اعلیٰ نمونہ تھے۔اس کی وجہ ان کا گھریلو پس منظر اور سب سے بڑھ کر ان کی والدہ کی شخصیت تھی جو میری والدہ کی طرح سخت پردہ کرتی تھیں۔"[5]

بیگم شائستہ کے بطن سے اکرام اللہ کے چار بچے پیدا ہوئے،1934 میں اس اکلوتا بیٹا انعام اکرام اللہ پیدا ہوا۔اس کے بعد تین بٹیاں پیدا ہوئیں۔ 1937 میں سلمیٰ سبحان، جس کی شادی بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ رحمن سبحان ہوئی۔ 1938 میں ناز اشرف جس نے بہ طور آرٹسٹ شہرت کی بلندیوں کو چھوا اور تیسری بیٹی ثروت 1947 میں پیدا ہوئی۔جوار دون کے سابق ولی عہد شہزادہ حسن بن طلال سے رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئیں۔

1945 میں بیگم اکرام اللہ کو حکومت ہند نے پیسفک ریلیشنز کانفرنس میں شرکت کے لیے پیش کش کی۔ قائداعظم نے بیگم اکرام اللہ کو اس پیشکش کو قبول کرنے سے منع کر دیا، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ بیگم صاحبہ مسلم لیگ کی نمائندہ کے طور پر جائیں اور اس کی طرف سے بات کریں۔ قیام پاکستان کے چھ ہفتے بعد قائد نے بیگم اکرام اللہ کو اقوام متحدہ کا تیسرے اجلاس جولائی 1948 میں منعقد ہوا اُس میں مندوب کے طور پر منتخب کیا۔ بیگم صاحبہ نے قائداعظم کے ساتھ ہونے والی گفتگو کو اپنی کتاب میں تحریر کر دیا۔اس کے اقتباس ملاحظہ ہو:

" سر سلطان احمد جو وائسرائے کی کونسل کے رکن تھے اور جنہوں نے مجھے کانفرنس میں بھیجنے کی پیش کش کی تھی اطلاع دی میں جانے کو تیار ہوں۔ صبح جب اخبار میں مندوبین کی فہرست شائع ہوئی تو اس میں میرا نام بھی تھا اسی شام کو میں اپنے باغ میں ٹہل رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں اندر گئی اور فون اٹھا کر بے پروائی سے کہا کون ہے؟

میں ہوں جناح، جواب ملا۔

قائداعظم کی آواز سن کر چند لمحوں کے لئے میں کچھ کہہ نہ سکی۔ پھر بڑی مشکل سے کچھ بولی۔

قائداعظم نے کہا، میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔

جی جناب، میں جواب دیا۔

کل ساڑھے نو بجے آسکتی ہو؟

بے شک

تو پھر میں کل صبح تم سے ملوں گا۔ قائد نے کہا۔

دوسرے دن ناشتے کے بعد میں قائداعظم کے گھر جانے کے ارادے سے اٹھی۔

میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میری دیورانی دینا نے کہا۔

قائداعظم کا گھر قریب ہی تھا۔ ہم لوگ چند منٹ میں وہاں پہنچ گئے۔ قائد اپنے گھر کے وسیع ہال میں مجھے ملے۔ دینا سے بھی بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ لیکن وہ میرے ساتھ آنے لگی تو قائد نے یہ کہہ کر روک دیا نہیں۔ میں ان سے اکیلے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں

میں قائد کے ساتھ ان کے مطالعے کے کمرے میں داخل ہوئی۔ انہوں نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں کرسی پر بیٹھ گئی قائد نے کہا، یں نے تمہارا پی آر سی کے نمائندوں کی فہرست میں دیکھا ہے۔ تم مسلم لیگی ہو لہذا اس کانفرنس میں نہیں جا سکتیں۔ کیونکہ مسلم لیگ حکومت ہند کے کسی کام میں تعاون نہیں کر رہی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

میں نے نواب زادہ لیاقت علی خان سے پوچھ لیا تھا۔ میں نے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ظاہر ہے کہ مجھے افسوس ہوا کیونکہ جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں اس زمانے میں کسی بین الاقوامی کانفرنس میں جانے کا موقع کم ہی ملتا تھا۔ یہ بڑی عزت کی بات سمجھی جاتی تھی۔ اس لیے میں نے کہا، کیا ایسا نہیں ہو سکتا میں جاؤں لیکن مسلم لیگ کی طرف سے بات نہ کروں۔

تو کس چیز پر بات کرو گی؟ قائد نے ذرا جھنجلا کہا۔

پھر نرمی سے بولے، تمھیں شاید احساس نہیں کہ تمھیں یہ موقع اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم مسلم لیگی ہو۔

مجھے قائد کے کہنے سے پہلے بھی احساس تھا کہ میں غالباً نہیں جا سکوں گی۔ بات ختم ہوئی۔ قائد دروازے تک آئے اور کہا۔ لیکن تم ایک دن جاؤ گی اُپنے ملک کی مندوب کی حیثیت سے عزت کے ساتھ۔"[6]

1946 میں بیگم شائستہ اکرام اللہ پہلی بار ہندوستان کی قانون اسمبلی کے لیے منتخب ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد فروری 1948 میں دوبارہ قانون ساز اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ بیگم شائستہ اکرام اللہ ہندوستان کی ان چند مسلم خواتین میں سے ایک تھیں جنھوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ پاکستان کی تخلیق اور تعمیر کے لیے پوری طرح پر عزم تھیں۔ پاکستان کی پہلی مقننہ میں دو خواتین نمائندے تھیں، بیگم جہاں آرا شاہنواز اور بیگم شائستہ اکرام اللہ۔ بیگم شاہنواز کے ساتھ مل کر، انہوں نے "اسلامی پرسنل لاآف شریعت" کی منظوری کے لیے انتھک کوششیں کیں۔ مقننہ میں ان کے مرد ہم منصبوں کو اس قانون کے بارے میں کچھ تحفظات تھے، جس نے اسلامی قانون کے مطابق جائیداد میں حصہ لینے کے خواتین کے حق کو تسلیم کیا تھا۔ قانون نے تمام شہریوں کی ضمانت بھی دی ہے۔ مرد اور عورت یکساں، مساوی کام کے لیے یکساں تنخواہ، حیثیت کی برابری اور مساوی مواقع۔ مقننہ کے اندر اور باہر خواتین کے احتجاج کے بعد بالآخر 1948 میں بل کی منظوری دی گئی، اور 1951 میں اس کا اطلاق اس وقت ہوا جب پاکستان نے اپنا پہلا آئین منظور کیا۔ وہ مارشل لاء سے پہلے کے نازک سالوں میں پاکستانی سیاست میں فعال کردار ادا کرتی رہیں۔

بیگم شائستہ اکرام اللہ نے قانون ساز اسمبلی سے استعفیٰ دینے کے بعد پیرس چلی گئی جہاں ان کے شوہر کا سفیر کی حیثیت سے تقرر ہوا تھا۔ ایک سال کے بعد ان کے شوہر کا لندن تبادلہ ہو گیا، جب ان کے شوہر کا لندن میں تقرر ہوا تو اسی دوران بیگم صاحبہ کو اقوام متحدہ بھیجا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں ہنگری اور نہر سوئیز کے اہم معاملات اقوام متحدہ کے سامنے لائے گئے۔ 1956 میں اقوام متحدہ کا گیارہواں اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں پاکستان کے وفد نے شرکت کی۔ اس وفد میں بیگم شائستہ اکرام اللہ بھی شامل تھیں۔ اقوام متحدہ کے اجلاس میں انسانی حقوق کے حامی مندوبین ہنگری اور سوئیز نہر پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ لیکن کشمیر کے معاملہ پر کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ بیگم شائستہ اکرام اللہ نے فیروز خان نون کی اجازت سے کشمیر کے معاملہ پر آواز اٹھانے فیصلہ کیا۔ بیگم صاحبہ اپنی باری پر روسٹرم پر گئی اور انہوں اپنی تقریر کے دوران انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر اپنے موقف سے آگاہ کیا۔ انہوں ان الفاظ کے ساتھ کشمیر کے مسئلہ پر بات کی۔ ملاحظہ ہو:

"ہم یورپ میں سامراج کی اس آخری کوشش کے زبردست مخالف ہیں لیکن ہم ایشیا میں بھی ایسی کوشش کے اتنے ہی مخالف ہیں۔۔۔۔

مجھے تعجب ہے کہ اس زمانے میں بھی انگلستان سامراج قائم رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اور اپنی جارجیت کی عادت نہیں چھوڑ رہا ہے۔ حالانکہ بین الاقوامی دنیا میں ایک نیا دور شروع ہو چکا ہے۔ جس کے تحت انگلستان اپنے ماتحت علاقوں کو دولت مشترکہ میں تبدیل کر چکا ہے۔۔

اس لئے اب ضروری ہے کہ انگلستان، فرانس اور اسرائیل اپنی اپنی فوجیں بنالیں۔

اگر ایسا نہیں ہوا تو اقوام متحدہ کی طاقت کو زبردست دھچکا لگے گا۔۔۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

وقت آگیا ہے کہ سلامتی کونسل کی قرارداد صرف قرارداد نہ رہے بلکہ اس کی تعمیل بغیر خوف وجانب داری سے کی جائے۔
پاکستان اس قرارداد کی حمایت کرتا ہے کیونکہ پاکستان غیر ملکی فوج کی کسی دوسرے ملک میں تعیناتی کے خلاف ہے۔
ہم ظلم کے خلاف ہیں چاہیے وہ ہنگری اور الجزائر میں ہو یا کشمیر میں۔"[7]

بیگم اکرام اللہ نے مختلف بین الاقوامی کانفرنسوں اور اقوام متحدہ کی کانفرنسوں میں بطور مندوب پاکستان کی خدمات انجام دیں۔ وہ 1964 سے 1967 تک مراکش میں سفیر بھی رہیں۔انہوں نے مراکش میں جو ایام گزارے ان میں ہونے والے مختلف واقعات کے بارے میں "پردے سے پارلیمنٹ تک" میں تحریر کرتی ہیں۔وہ مراکش میں اپنے زمانے کے بارے کہتی ہیں۔ملاحظہ ہو:

" مراکش کا زمانہ میرے لیے ایک سنہرے خواب کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں وہاں اپنی زندگی کے ایک بہت ہی غم ناک دور میں گی تھی۔لیکن مراکش کے لوگوں کی مروت ومہربانی،ان کا اخلاق وتواضع اور پھر یہ بات کہ وہاں کا قیام میرے لیے ایک فرض تھا جسے مجھے ادا کرنا تھا ان سب باتوں نے مجموعی طور پر مجھے غم واندوہ میں غرق سے بچا لیا۔ مراکش میں گزارے ہوئے سالوں کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ میں لندن سے ہزاروں مشکلات سے نپٹ کر یہاآئی تھی۔ مجھے وہاں ایک سخت آپریشن بھی کروانا پڑا تھا۔گھر آنے کے بعد اور بہت سے معاملات کا سامنا ہوا۔اب تک میری زندگی ان بکھیڑوں سے بالکل خالی تھی کیونکہ میرے شوہر نے مجھے ان سے الگ رکھا تھا۔اب ایک دم سے ان کا سامنا کرنا میرے لیے بہت ہی مشکلات کا باعث ہو رہا تھا۔"[8]

بیگم شائستہ سہروردی کے ادبی ذوق کو دیکھا جائے تو ان کی انگریزی اور اردو زبان میں تصنیفات اہل علم ودانش کے لیے ایک قیمتی خزانہ ہے۔ جس سے نہ صرف اُردو زبان وادب کے فروغ میں اضافہ ہوا بلکہ ناول،افسانہ نگاری، مختصر کہانیوں کے بارے میں ان کا تحقیقی مقالہ نئے تحقیق کاروں کے مشعل راہ ہے۔ ان کی تصانیف پانچ انگریزی زبان اور تین اُردو زبان میں مختلف سالوں میں شائع ہوئیں۔ان کی تصنیفات کی فہرست ملاحظہ ہو:

1۔"کوشش ناتمام"افسانوی مجموعہ،یہ کتاب اردو زبان میں 1950 میں مکتبہ جدید،لاہور نے شائع کی۔
2۔لیٹر ٹونینا (Letters to Neena) یہ کتاب انگریزی زبان میں 1951 میں شائع ہوئی۔
3۔بی ہائینڈ دی ویل (Behind the Veil)،یہ کتاب انگریزی زبان میں 1953 میں شائع ہوئی۔
4۔فرام پردہ ٹو پارلیمنٹ(From Purdah to Parliament)،یہ کتاب انگریزی زبان میں 1963 میں شائع ہوئی۔
5۔بائیو گرافی حسین شہید سہروردی(Husan Shaheed Suharwardy a Biography)یہ کتاب انگریزی زبان میں 1991 میں شائع ہوئی۔
6۔مراۃالعروس کا انگریزی زبان میں ترجمہ۔English Translation of Miratul Uroos
7۔دلی کی خواتین کی کہاوتیں اور محاورے،یہ کتاب اُردو زبان میں شائع ہوئی۔
8۔پردے سے پارلیمنٹ تک،کا اُردو زبان میں ترجمہ ہوا۔یہ کتاب 2002 میں اوکسفورڈ یونیورسٹی،کراچی نے شائع کی۔

بیگم صاحبہ میگزین "عصمت" اور "تہذیب نسواں" میں باقاعدگی سے حصہ لیا کرتی تھیں۔ ان رسالوں میں ان کے افسانے اور تحریریں شائع ہوتی رہتی تھی۔ ان کے افسانوی مجموعہ میں شامل ایک افسانہ "گوشہ عافیت" رسالہ عصمت میں قسط وار "شائستہ اختر سہروردی" کے نام سے شائع ہوتا رہا۔ جولائی 1944 کی اشاعت میں جو افسانے اور تحریریں شائع ہوئیں اُن میں سے اقتباس ملاحظہ ہو:

> "فہمیدہ خالہ لکھتی ہیں کہ نذیر کی طبیعت اچھی نہیں رہتی اگر تم لوگوں کو تکلیف نہ ہو تو ہم بھی تمہارے ساتھ پہاڑ چلے چلیں، صالحہ نے صبح کی ڈاک سے آئے ہوئے خطوں میں سے ایک خط کی یہ دو سطریں رشید کو سنائیں تو دیکھا کہ رشید کا چہرہ بدل گیا۔ اور اس پر ناراضگی کے آثار صاف نمایاں تھے، ہورت دو سال ہو گئے تھے کہ رشید نے ایک دن کی بھی چھٹی نہیں لی تھی اور اس عرصہ میں وہ آئے دن کے مہانوں سے تنگ آگیا تھا، جب سے ہوشیار سے لاہور تبدیلی ہوئی تھی ان کا گھر اچھا خاصہ سرائے ہوٹل یا مہان خانہ بن گیا تھا۔ کوئی ہفتہ ایسا نہ گزرتا کہ ایک نہ ایک مہاں ان کے یہاں نہ آئے بعض تو ڈیڑھ ڈیڑھ دو مہنے تک جانے کا نام نہ لیتے تھے۔"[9]

ان دنوں رسالہ "عصمت" میں کئی مضامین خواتین کی تعلیم کے متعلق چھپ رہے تھے کہ جس میں تعلیم یافتہ لڑکیاں کے بارے میں لکھا جا رہا تھا کہ وہ کس حد تک بیکار، آرام طلب، خود پسند ہیں۔ اور خواتین کی کردار کشی کی جا رہی تھی۔ یہ مضامین ایسے لوگ لکھ رہے تھے جو تعلیم نسواں کے مخالف تھے یا کچھ تعصب سے کام لیتے تھے۔ اس طرح کے مضامین کی روشنی میں بیگم شائستہ اختر سہروردی نے "اعلیٰ تعلیم کے ایک رخ پر کچھ اور" کے نام سے ایک تحریر لکھی۔ یہ تحریر رسالہ "عصمت" کے شمارے اکتوبر 1945 میں شائع ہوئی۔ اُس تحریر میں سے اقتباس ملاحظہ ہو:

> " آج سے 30-40 برس قبل کے زنانے رسالے اُٹھا کر دیکھئے ان میں مردوں کے قلم سے عورتوں کی تعلیم پر جو مضامین نکلے ہیں ان پر غور کیجئے جگہ جگہ یہ لکھا ہوا نظر آئے گا کہ بیوی کے لیے صرف روٹی پکانا جاننا کافی ہے مطلب یہ ہے کہ بیوی کو سوائے نون تیل لکڑی کے دوسری اور کسی چیز سے بحث نہیں، مرد جب گھر آئے بیوی کو خانہ داری یا بچوں کی پرورش میں مشغول پائے غرض ہر وہ بات جسے مائیں سلیقہ یا خوبی سمجھ کر لڑکیوں کو سکھاتی ہیں اب مضحکہ خیز ہو گئ، ماوں نے جب دیکھا کہ ان کی وہ سلیقہ شعار اور خانہ داری کی ماہر لڑکیاں جن کی دسوں انگلیاں دس چراغ تھیں اور جن کو کنبہ اور خاندان تو کیا اور ایک شہر کا انتظام کر سکنے کا ملکہ تھا وہ بیٹھی ہیں اور وہ لفظ غلط سلط انگریزی بولنے والیاں آڑی مانگ نکالے اور پوڈر سرخی لگائے والیاں دھڑا دھڑ بیاہی جا رہی ہیں تو انہوں نے اپنی لڑکیوں میں بھی وہی چمک دمک اور وہی ظاہری بھڑک پیدا کرنی شروع کر دی بازار میں جس چیز کی مانگ ہوتی ہے وہی بنائی جاتی ہے۔ جب ڈھاکہ کی ململ اور آب رواں کے بدلے جاپان کے جارجٹ کی قدر ہونے لگی تو ڈھاکہ کی ململ کا بننا بھی بند ہو گیا۔ اسی طرح شادی کے بازار میں اب جس چیز کی مانگ ہے وہی پیش کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لڑکیوں کی انفرادی ہستی کچھ بھی نہیں اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ان کو پہلے بھی مرد کے آرام و آسائش کے لیے تیار کیا جاتا تھا اور اب بھی صرف فرق یہ ہے کہ تب کا معیار الگ تھا اور اب کا الگ۔"[10]

بیگم شائستہ سہروردی کا افسانوی مجموعہ "کوشش ناتمام" جس کی اشاعت ستمبر 1950 میں مکتبہ جدید، لاہور نے کی۔ اس افسانوی مجموعے کے کل 146 صفحات ہیں۔ مصنفہ نے اس کتاب کا انتساب اپنی خالہ خورشید طلعت بانو بیگم کے نام کیا جس میں تحریر ہے "جن کے ادبی خواب سماج کی جکڑ بندیوں

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کی وجہ سے شرمندہ تعبیر نہ ہوئے"اور اس کا دیباچہ احمد علی نے اپریل 1950 میں تحریر کیا، وہ مصنفہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"شائستہ سہروردی بیگم اکرام اللہ، تعارف کی محتاج نہیں، مگر افسانہ نگار کی حیثیت سے ان کی شہرت ابھی تک ایک مخصوص طبقہ تک ہی محدود ہے مجھے یقین ہے کہ اس مجموعہ کے شائع ہونے پر ان کی ادبی شہرت کا دائرہ اور بھی وسیع ہو جائے گا۔۔۔۔۔شائستہ سہروردی کے افسانے ان مسائل کو بڑی خوبی سے پیش کرتے ہیں ان کی دنیا اسی وجہ سے شاید محدود رہی ہے لیکن ان حدود کے اندر رہ اس کے تمام پہلوؤں کو بڑی خوبصورتی سے پیش کرتی ہیں۔ان کے افسانوں کی خوبی اور کامیابی اسی سے ہے۔اور یہی ان کی دنیا میں درد و گداز اور ایک خاص لطافت پیدا کر دیتی ہے۔مجھے یقین ہے کہ ہر افسانے ہر طبقہ میں مقبول ہوں گے۔"[11]

اس افسانوی مجموعے میں 10 افسانے شامل ہیں۔ اس کی فہرست ملاحظہ ہو:

" 1۔آزاد چڑیا
2۔منیجر
3۔مجرم
4۔پاگل
5۔گوشہ عافیت
6۔تصویر کا دوسرا رخ
7۔نصف بہتر
8۔دو پھول ساتھ نکلے
9۔ہمدردی،
10۔شانتی "[12]

بیگم شائستہ اکرام اللہ نے اپنی انگریزی کتاب " From Purdah to Parliament"کا اردو میں ترجمہ "پردے سے پارلیمنٹ تک" کے نام سے کیا۔ جس میں انھوں نے ایک مسلمان خاتون کی داستان حیات جس میں اس کی پرورش،اسلامی روایات ثقافت کے سائے میں کس طرح ہوتی ہے۔اور وہ کس طرح جدید تعلیم حاصل کر کے تعلیم یافتہ عورت کی حیثیت سے ابھرتی ہے۔انھوں نے اس کتاب میں خواتین کو پردے کے حوالے سے کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اُس بارے میں لکھا گیا ہے۔انہوں نے اپنی ان کوششوں کے بارے میں بتایا کہ خواتین کو ان کے حقوق دلانے کے لیے کس طرح جدوجہد، اس میں ملک کی سیاسی منظر نامہ، اور پارلیمنٹ کے اندر قانون سازی کے بارے میں ذکر کیا ہے۔اس کتاب کو اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی نے 2002 شائع کیا۔

بیگم شائستہ اکرام کی کتاب "پردے سے پارلیمنٹ تک "کی تدوین کریسیٹ پریس میں محترمہ جل کر رہی تھی کہ انھوں نے بیگم صاحبہ سے پوچھا کہ اس کتاب کا انتساب کا کیا ہو گا۔اس پر بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ میں اس کا انتساب اپنے شوہر کے نام معنون کرنا چاہتی ہوں۔اس پر دونوں نے تبادلہ خیال کیا کہ کون سے الفاظ مناسب رہیں گے۔ قریب ہی ان کے شوہر اکرام یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ تو انھوں نے کہہ دیا کہ لکھ دیں "میرے شوہر کے نام جنھوں نے میرا پردہ چھڑا دیا اور تب سے پچھتا رہے ہیں"۔یہ سن کر بیگم اکرام اللہ اور محترمہ جل ہنس پڑیں۔اس پر بیگم صاحبہ نے کہا وہ یہ الفاظ نہیں کہہ سکتی لوگ کیا سوچیں گے۔ لیکن محترمہ جلی نے بیگم صاحبہ کے سامنے اصرار کیا کہ انتساب کے طور پر یہی الفاظ لکھیں جائیں تب بیگم صاحبہ نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی کہ ٹھیک ہے یہی الفاظ تحریر کر دیئے جائیں۔اس طرح آج بھی انتساب کے یہی الفاظ ہیں۔ملاحظہ ہو:

"میرے شوہر کے نام جنھوں نے میرا پردہ چھڑوایا اتب سے پچھتا رہے ہیں"[13]

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کا پیش لفظ خواجہ ناظم الدین، پاکستان کے دوسرے گورنر جنرل اور صدر مسلم لیگ نے تحریر کیا۔ انھوں نے بیگم شائستہ اکرام اللہ کے خاندان کے بڑے بزرگوں کے بارے میں بتایا گیا۔ وہ لکھتے ہیں:

" بیگم شائستہ اکرام اللہ کی کتاب کا پیش لفظ لکھنا میرے لئے اعزاز ہے۔ پچھلی چار پشتوں سے ہم دونوں کے خاندانوں میں بہت قریبی تعلقات چلے آ رہے ہیں۔ بیگم اکرام اللہ کے دادا مولانا عبید اللہ العبیدی سہروردی جو مدرسہ عالیہ کے پرنسپل اور ڈھاکا کے ممتاز شہری تھے، میرے پردادا نواب سر عبدالغنی اور میرے نانا سر احسان اللہ کے ذاتی دوست تھے۔ ان کے نانا نواب سید محمد کے بھی میرے خاندان سے بہت دوستانہ مراسم تھے۔ ان کا تعلق ڈھاکا کے شرفا کے ایک قدیم خاندان سے تھا۔ وہ بڑے خوش گفتار اور بذلہ سنج تھے اور اردو قلم کار و مصنف کی حثیت سے بہت شہرت رکھتے تھے۔ معروف جریدے اودھ پنچ میں ان کے جو مضامین شائع ہوتے تھے وہ اسی طرح کا طنز لئے ہوتے تھا جیسا اکبر الٰہ آبادی کی نظموں میں ہوتا تھا۔ بیگم اکرام اللہ کے والد سر حسن سہروردی نے پبلک کیریئر کا آغاز کرنے میں دامے درمے میری مدد کی۔ بیگم اکرام اللہ اپنے شوہر کے سرکاری منصب کے باوجود حصول پاکستان کی جدوجہد میں شریک تھیں"[14]

خواجہ ناظم الدین، گورنر جنرل پاکستان، بیگم شائستہ اکرام اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

" مجھے یاد ہے کہ مصنفہ اپنے والد کے یہاں اسکول کی نوعمر لڑکی کی حیثیت سے میرے سامنے آیا کرتی تھیں کیونکہ ہمارے کنبوں کے درمیان قریبی تعلقات تھے اور اس لئے بھی کہ وہ بہت کم سن تھیں۔ اس طرح یں انہیں سچ مچ پردے سے نکل کر پارلیمنٹ میں جاتے دیکھا ہے"[15]

بیگم شائستہ اکرام اللہ نے اپنی کتاب "پردے سے پارلیمنٹ تک " کی تقریب رونمائی، شوہر کی اچانک وفات، اور اس کے پہلے اور دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے بارے اپنے دیباچہ میں تحریر کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

" پردے سے پارلیمنٹ تک (انگریزی) میں نے 1963 کے اوائل میں مکمل کی۔ کتاب کی تقریب رونمائی 22 ستمبر کو ہوئی تھی لیکن ایک ذاتی سانحے کی وجہ سے نہ ہو سکی۔ 12 ستمبر کو میرے شوہر کی اچانک موت نے مجھے منتشر کر دیا اور میری علمی و سیاسی سرگرمیاں مکمل طور پر معطل ہو کر رہ گئیں کیونکہ میر شوہر کی ہمت افزائی اور سہارے کی وجہ سے ہی یہ ممکن ہوئی تھیں۔ بالکل اسی طرح جیسے میرے والد کی خواہش اور انکی دی ہوئی تعلیم نے مجھے سیاست میں داخل ہونے میں مدد دی تھی۔ اب وہ دونوں جا چکے تھے اور میں عملی زندگی کی مشقتیں برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی۔

ظاہر ہے تقریب منسوخ ہو گئی۔ اخبارات میں اکا دکا تبصرے شائع ہوئے لیکن مجھے کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی اور میں کسی تبصرے کا جواب نہیں لکھا۔ میرے پاس لکھنے کا وقت بھی نہیں تھا کیونکہ مجھے روز مرہ زندگی کے معمولات اور ان سے متعلق الجھنوں کا سامنا کرنا تھا اور انہیں سلجھانا تھا۔ اس لئے جب کتاب کی اشاعت کے تقریبا دو سال بعد مجھے کریسیٹ پریس کا خط ملا کہ کتاب قریب قریب ساری فروخت ہو چکی ہے تو مجھے خوشگوار حیرت ہوئی۔ خط میں پوچھا گیا تھا کہ کوئی ایک درجن نسخے بچے ہیں آپ ان کا کیا کرنا چاہتی ہیں؟ میں جوابا لکھا کہ بچے ہوئے نسخے میری بڑی بیٹی سلمٰی کو بھیج دیے جائیں جو اس وقت انگلینڈ میں تھی۔ دوسرا ایڈیشن نکالنے کے بارے میں پوچھنے کا مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ کچھ عرصہ بعد کریسیٹ پریس خود بند ہو گیا اور میں نہیں سمجھتی تھی کہ کوئی ناشر اس کتاب کی اشاعت میں دلچسپی

JAHAN-E-TAHGEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

لے لگا۔ چنانچہ کتاب کی اشاعت کے کئی سال بعد بھی مجھے حیرت ہوتی رہی کہ کتاب کی مانگ باقی ہے اور وقتاً فوقتاً مجھ سے ایک نسخے کی فرمائش کی جاتی رہی۔ دوسرا ایڈیشن نکالنے کے مشورے دیے گئے لیکن کبھی کوئی ٹھوس تجویز سامنے نہیں آئی۔ جب اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس کی مینجنگ ڈائریکٹر محترمہ امینہ سید نے ازراہ عنایت مجھے پیشکش کی کہ کتاب کو نئی تبدیلیوں سے ہم آہنگ کرکے دوسرا ایڈیشن نکالا جائے تو میں سنجیدگی سے تجویز پر غور کرنا شروع کیا۔ بعض اوقات میں نے خود بھی محسوس کیا تھا کتاب نامکمل ہے۔ یہ پارلیمنٹ میں میر حلف برداری پر ختم ہو جاتی تھی۔ اس سے قاری کے ذہن میں کچھ سوالات پیدا ہوتے کہ پارلیمنٹ میں میری کارکردگی کیسی رہی۔ چنانچہ جب اشاعت نو کی پیشکش کی گئی تو میں سوچا کہ کتاب کو مشرقی پاکستان علیحدگی کے واقعے تک لے آوں جس یہ پتا چلے کہ پہلی دستور ساز اسمبلی کی کارروائی میں ہی اس المیے کے بیج بوئے جا رہے تھے۔ لیکن پھر غور وخوض کے بعد میں نے محسوس کیا کہ نومبر 1953 میں پارلیمنٹ سے میرے مستعفی ہونے کے بعد واقعات سے متعلق میری معلومات پاکستان کے عام درد مند شہریوں سے زیادہ نہیں اس لئے اس دور پر لکھنے کا مطلب متنازع معاملات کو اٹھانا ہوگا۔ یہ بھڑوں کے چھتے کو چھڑنے کے مترادف ہوگا اور میں خود اس نمٹنے کا اہل محسوس نہیں کرتی تھی۔

لہذا میں نے 23 اکتوبر 1954 پر اپنی کتاب کا خاتمہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ میری دانست میں اس طرح کتاب زیادہ جامع ہو جاتی اور اس کے بیانات کی تصدیق بھی آسان ہوتی کیونکہ تحریر کردہ واقعات کی میں خود گواہ تھی۔ بے شک واقعات کے بارے میں میری توضیح پر اعتراض کیا جاسکتا ہے لیکن حقائق کی تفصیل اتنی ہی درست ہے جتنا میرا حافظہ ساتھ دیتا ہے۔"[16]

کتاب "پردے سے پارلیمنٹ تک" کا معروضی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کل 179 صفحات ہیں، جس میں 24 مضامین، 5 ضمائم اور 29 تصاویر شامل کی گئی ہیں۔ یہ کتاب انگریزی میں 1963 میں شائع ہوئی۔ اور اس کا اُردو ترجمہ اوکسفرڈ یونیورسٹی، کراچی نے 2002 میں مصنفہ کے انتقال کے دو سال بعد شائع کیا۔ اس کتاب میں شامل مضامین کی فہرست اور ضمائم کی وضاحت ملاحظہ ہو:

" 1۔ ایک پرانی طرز کا مکان(1915-18)، 2۔ جدید انداز کے گھر میں(1919 تا 1922)، 3۔ بچپن(1922 تا 1924)، 4۔ ابتدائی تعلیم، 5۔ سیاسی پس منظر، 6۔ میری شادی، 7۔ سسرال میں، 8۔ ٹمٹاتا ہوا چراغ، 9۔ انگلستان میں (1937 تا 1940)، 10۔ وطن واپسی، 11۔ مستقبل کے سائے، 12۔ تاریخ بن رہی تھی، 13۔ بحران کی جانب، 14۔ طوفان آرہا تھا، 15۔ فضا میں تاریکی پھیل رہی تھی، 16۔ طوفان آگیا، 17۔ درمیان کا سال، 18۔ پاکستان ۔۔خواب کی تعبیر، 19۔ پارلیمنٹ کے اندر، 20۔ مہاجرین کی حالت زار، 21۔ اقوام متحدہ کا تیسرا اجلاس (1948)، 22۔ پیشگوئی جو سچ نکلی، 23۔ اقوام متحدہ کا گیارہواں اجلاس (1956)، 24۔ مراکش میں،

ضمیمہ اول۔ بیگم اکرام اللہ کی پہلی تقریر اور نواب زادہ لیاقت علی خان کا جواب، ضمیمہ دوم۔ دستکاروں اور ہنر مندوں کو بسانے سے متعلق بیگم اکرام اللہ کی تقاریر، ضمیمہ سوم۔ بیگم اکرام اللہ کی تقریر، ضمیمہ چہارم۔ بیگم اکرام اللہ کے استعفے کی تقریر 14 نومبر 1953، ضمیمہ پنجم۔ 1956 میں اقوام متحدہ میں بیگم اکرام اللہ کے مینن سے ٹکراؤ کے بارے میں خبر"[17]

اس کتاب میں شامل تصاویر کی فہرست ملاحظہ ہو:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

" 1۔نواب سید محمد،2۔حسن مسعود سہروردی،3۔حسن مسعود (بعمر 18 سال)،4۔بیگم اکرام اللہ (بعمر 12 سال) اپنے والد سر حسن سہروردی کے ساتھ، 5۔لندن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند وصول کرتے ہوئے،6۔مسلم ویمنز اسٹوڈنٹس فیڈریشن (1941)،7۔قائد اعظم کے ہمراہ شملہ میں (1945)،8۔ایک فیملی پورٹریٹ،9۔محمد اکرام اللہ، ثروت، سلمیٰ، بیگم اکرام اللہ، ناز اور انعام، کلفٹن میں واقع اپنے گھر میں (دسمبر 1947)،10۔محمد اکرام اللہ، 11۔اپنے ماموں سید حسین کے ساتھ جو مصر میں پہلے ہندوستان سفیر متعین ہوئے (1949)،12۔بیگم اکرام اللہ، محترمہ فاطمہ جناح، ناز، سلمیٰ اور انعام فلیگ اسٹاف ہاوس میں (ستمبر 1949)،13۔بیگم اکرام اللہ اور ان کے شوہر ، امریکی سفیر مسٹر الواوارن اور ان کی اہلیہ کے ہمراہ، 14۔ انٹر پارلیمنٹری کانفرنس، ڈبلن (1951)،15۔بیگم رعنا لیاقت علی خان اور سفارت کاروں کی بیویوں کے ہمراہ پی ایم ہاؤس میں ظہرانے پر،16۔حسین شہید سہروردی، حسن شاہد سہروردی (اسپین میں پاکستانی سفیر) محمد اکرام اللہ (فرانس میں پاکستانی سفیر) اور بیگم اکرام اللہ (1953)،17۔پاکستان اسٹال، برطانوی صنعتی میلے میں ملکہ الزبتھ دوم کے ہمراہ (1956)،18۔وجے لکشمی پنڈت (جواہر لال نہرو کی بہن) کے ہمراہ اقوام متحدہ میں (1956)،19۔اقوام متحدہ میں پرنس وان کے ساتھ (1956)،20۔پاکستانی وفد کی نائب چیئر مین، اقوام متحدہ (1956)،21۔سلامتی کونسل کا اجلاس۔1956۔سامنے: فیروز خان نون، دوسری قطار: بیگم اکرام اللہ اور آفتاب احمد خان، تیسری قطار: راحت سعید چھتاری اور محمد علی بوگرہ،22۔صدر ایوب خان اور ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ، 23۔مراکش کے شاہ حسن ثانی کو اسناد پیش کرتے ہوئے (1964)،24۔سدی ماری اور پروٹوکول افسر کے ساتھ شاہی محل سے رخصت ہوتے ہوئے،25۔اپنی صاحبزادیوں اور عملے کے ہمراہ اپنے مراکش کے مکان میں،26۔ثروت، لالہ عائشہ کا استقبال کرتے ہوئے جو انگلینڈ میں سفیر مقرر کی جانے والی پہلی مراکشی خاتون تھیں،27۔لالہ عائشہ کے ساتھ،28۔لالہ عائشہ کے بازو پر امام ضامن باندھتے ہوئے،29۔بیگم شائستہ سہروردی اکرام اللہ "[18]

بیگم شائستہ اکرام اللہ نے زندگی کے آخری ایام کراچی میں گزارے۔کافی عرصہ علیل رہنے کے بعد بالآخر اپنے خالق حقیقی کو جا ملی۔انہوں نے اپنی زندگی کی 85 بہاریں دیکھنے کے بعد 11 دسمبر 2000 میں انتقال کر گئیں۔ان کو کراچی میں عبداللہ شاہ غازی کے مزار کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا۔اُن کے وفات کے دو سال بعد 2002 میں حکومت پاکستان نے ان کی خدمات کے اعتراف میں اُسے ستارہ امتیاز سے نوازا۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ شائستہ سہروردی اکرام اللہ، پردے سے پارلیمنٹ تک، اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، 2002، ص:19

2۔ایضاً، ص:20

3-Suhrawardy, Shaista Akhter, Hand Book of Urdu Literature, Cosmo Publisher,New Dehli, 2003, P: vii-viii

4۔شائستہ سہروردی اکرام اللہ، پردے سے پارلیمنٹ تک، اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، 2002، ص:27

5۔ایضاً، ص:50

6۔ ایضاً، ص:141

7۔ایضاً، ص:157

8۔ایضاً، ص:159

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

9۔ شائستہ اختر سہر وردی، گوشہ عافیت مشمولہ رسالہ عصمت، دہلی، جولائی1944، شمارہ ص:262
10۔شائستہ اختر سہر وردی، اعلیٰ تعلیم کے ایک رخ پر اور مشمولہ رسالہ عصمت، دہلی، اکتوبر1945، ص:41
11۔ شائستہ اختر سہر وردی، کوشش ناتمام، مکتبہ جدید، لاہور، 1950، ص:9
12۔ایضاً، ص:7
13۔ شائستہ سہر وردی اکرام اللہ، پردے سے پارلیمنٹ تک، اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، 2002، ص:انتساب
14۔ ایضاً، ص:ذ
15۔ایضاً، ص:ذ
16۔ ایضاً، ص:ز
17۔ایضاً، ص:د
18۔ ایضاً، ص:د